مولانا مولیٰ بخش

صحبتِ پنج روزہ

باغباں گرپنج روزہ صحبت گل بایدش
بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش

مجھے شوال ۱۳۹۲ھ شعبان ۱۳۹۳ھ تک حضرت الشیخ قدس اللہ تعالیٰ سرہ‘ سے تلمذ کا شرف حاصل رہا۔ اور پھر تعلیمی سال کی ابتدا یعنی شوال ۱۳۹۳ھ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ذرہ نوازی کی بدولت مدرسہ عربیہ اسلامیہ میں تدریس کی خدمت پر مامور ہوا۔

ظاہر ہے کہ اس قلیل عرصہ میں مجھ جیسا ایک طفل مکتب حضرۃ الاستاذ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کمالات جامعہ کا کیا تجزیہ کرسکتا ہے۔ (فشتان ما بینھما) لہٰذا ذیل کی ان بے ربط سطور سے حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کی عکاسی مقصود نہیں‘ بلکہ صرف اور صرف مداحوں کی صف میں جگہ پانے کی تمنا نے قلم اٹھانے پر آمادہ کیا۔ کیا مستبعد کہ یہی حقیر سی سعی ابدی فوز کی باعث بنے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز.

عربی کا ایک بہت ہی مشہور شعر:

ولیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

کئی بار سنا تھا‘ مگر اس کا مفہوم ذہن میں بس ایک تخیل کے درجے میں تھا۔ ۱۳۹۲ھ میں داخلہ مکمل ہونے پر جب حسب معمول تعلیمی سال شروع ہوا اور اس کے افتتاحی اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے آپ تشریف لائے اور پہلی مرتبہ آپ کا خطاب سنا تو ایسا لگ رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کو دیکھ کر شاعر نے یہ شعر کہا ہوگا۔ ویسے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی ہر گونہ فیاضی کا مظہر بنایا تھا‘ لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے بعض پہلو ایسے نمایاں تھے کہ جن کو دیکھتے ہی آدمی آپ کا گرویدہ ہو جاتا تھا۔ مثلاً علمی میدان میں بلاشبہ آپ رحمۃ اللہ علیہ یگانہ روزگار تھے۔ کم لوگ ایسے مل سکتے ہیں کہ وہ بیک وقت ہر فن میں گہری نظر وبصیرت رکھتے ہوں۔ شیخ التفسیر، شیخ

الحدیث، شیخ الفقہ، شیخ الادب وغیرہ کے القاب متفرق شخصیتوں پر چسپاں ہوئے ہیں، مگر جامعیت کی جھلک آپ ہی میں دکھائی دیتی تھی۔ جامعیت کے لئے جس قسم کے وہبی کمالات اور فطری اوصاف کی ضرورت ہوتی ہے وہ قدرت نے آپ میں بدرجہ اتم جمع کر دیئے تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے غضب کا حافظہ بخشا تھا۔ خوب یاد پڑتا ہے کہ ایک مرتبہ درس بخاری کے دوران کسی مناسبت سے منطق کی متداول کتاب ''سلم العلوم'' کی عبارت پڑھنا شروع کی تو ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کتاب دیکھ کر پڑھ رہے ہیں، کئی صفحوں کی عبارت نہایت روانی کے ساتھ پڑھ دی اور یہ کہہ کر کہ ''کہاں تک سناؤں'' بس کیا۔ اور پھر فرمایا کہ: پچیس ۲۵ سال گذر گئے کہ ایک بار ''سلم'' پڑھائی تھی اور اس کے بعد کبھی کھول کر نہیں دیکھی۔

اسی طرح ایک موقع پر ایک غیر مشہور لفظ کی لغوی تحقیق وتشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ: اس لفظ کو متنبّی نے اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے اور وہ شعر پڑھ کر آگے پڑھتے چلے گئے، کئی اشعار پڑھ کر سنانے کے بعد فرمایا کہ یہ اس وقت کا سرسری مطالعہ ہے کہ جب میں نے حضرت والد صاحب کے شدید اصرار پر مولوی فاضل کا امتحان دیا تھا۔ جس میں مقامات حریری، بیضاوی، ہدایہ، میبذی، توضیح، دیوان حماسہ، دیوان متنبّی وغیرہ بہت سی اہم فنی کتابوں کے حصص، امتحان کے نصاب میں داخل تھے اور ان کتابوں میں بعض ایسی بھی ہیں جو میں نے تحصیل کے زمانہ میں پڑھی ہیں، دیوان متنبّی بھی انہی ناخواندہ کتابوں میں سے ایک ہے۔

فرمایا کہ: یہ تمام منتخبات میں نے ایک مہینہ کے اندر ایک طائرانہ نظر سے دیکھے اور اس کے بعد دیوان متنبّی نہ پڑھائی اور نہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ پھر از راہ ظرافت فرمایا کہ: تم لوگ تو ماشاء اللہ بڑی تحقیق وترتیب سے درس نظامی کے فارغ التحصیل ہو، ہم تو خودرو پودے ہیں۔ فرمایا کہ: تحصیل کے دوران کوئی مربی نہیں تھا۔ حضرت والد صاحب پر اس زمانے میں ریاضت کا شوق جنون کے درجے میں غالب آچکا تھا اور کئی مہینے مسلسل ایک دانہ کھجور اور ایک گھونٹ پانی (یومیہ خوراک) پر قناعت کر کے ہولناک جنگلوں اور جھاڑیوں میں درندوں کے درمیان نہایت سردی اور بارشوں کے موسم میں چلہ کشی کرتے تھے تو اس طرح والد صاحب کی توجہ میری تعلیم پر نہ ہوسکی میں شتر بے مہار کی طرح خود مختار تھا۔ (ہذا لفظہ رحمہ اللہ تعالیٰ)

بسا اوقات کسی مناسبت سے سبعہ معلقہ کے دو چار شعر پڑھ کر ہم سے دریافت فرماتے کہ ''یاد ہے''؟ جب جواب نفی میں ملتا یا اکثر سکوت طاری رہتا تھا تو نہایت حکیمانہ انداز مین سرزنش کے طور پر فرماتے کہ ''کیا یاد ہوگا، تم تو صوفی لوگ ہو۔ وما علمنٰہ الشعر وما ینبغی لہٗ شعر وشاعری تو تمہاری شان کے خلاف ہے۔

ایک مجلس میں فرمایا کہ: مجھے اب بھی وہ منظر خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ میری والدہ رحمۃ اللہ علیہا نے کسی بات پر فرمایا کہ ''**الخیر فی ما وقع**'' تو والد صاحب نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ: اس طرح نہ کہا کرو،

کیونکہ یہ جملہ معتزلہ کا عقیدہ اوران کا ساختہ مقولہ ہے۔ فرمایا کہ: یہ اس وقت کی بات ہے جب کہ میری عمر سات برس سے بھی کم تھی اور میں نے اب تک تعلیم شروع بھی نہیں کی تھی۔ یاد ہے کہ یہ واقعہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے استعجاب کی کیفیت میں بیان فرمایا تھا،لیکن یہ تو آپ کا اپنا معاملہ تھا۔ ہمارے لئے ، بلکہ جس نے بھی حضرت کو قریب سے دیکھا ہوتو وہ خوب جانتا ہے کہ یہ بات حضرت کی نسبت کوئی اچنبھے کی بات نہیں تھی ، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ کا خداداد حافظہ اور آپ کی ذکاوت کئی گنا زیادہ تھی۔

ایک مرتبہ حسب معمول امتحان گاہ میں تشریف لا رہے تھے اور کافی سال پہلے کے کچھ مسودات ہاتھ میں تھے' جن میں علمی جواہر پارے جمع فرمائے تھے' دور سے نمایاں ہوتا تھا کہ آج آپ پر نہایت نشاط کی کیفیت ظاہر ہورہی ہے' اساتذہ کرام موجود تھے' کچھ مسودات خود بھی پڑھ کر سنائے اور کچھ دکھائے بھی' اور پھر مجلس خوب طویل ہوگئی' اسی اثناء میں اپنا ایک واقعہ بیان فرمایا کہ: ابتدا مدرسے کے زمانہ میں میرے ایک دوست کا عربی منظوم خط میرے پاس آیا' جس میں ادیبانہ انداز کے علاوہ شاعرانہ ذوق خوب نمایاں تھا' چنانچہ ان سے دو چار شعر پڑھ کر سنا بھی دیئے' پھر فرمایا کہ: اسباق سے فارغ ہوکر میں ڈاک خانہ گیا اور وہیں کھڑے کھڑے ایک پوسٹ کارڈ پر اس کا منظوم عربی جواب لکھ کر ڈاک کے حوالہ کردیا' اور فرمایا کہ: وہ شعر یہ تھے اور پھر اکثر شعر پڑھ کر ان کے سنا دیئے' اندازہ کیجئے کہ: آپ کو اللہ تعالیٰ نے کیا کیا صلاحیتیں بخشی تھیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو ارتجالاً عربی شعر کہنے پر کس قدر قدرت ومہارت تھی اور قوت حافظہ کی تو داد دیجئے کہ ایک نظر پڑھنے سے اب تک اشعار از بر ہوں۔ اور اپنے اشعار بھی ایسے یاد تھے، جیسے کہ دوسرے کسی کے اشعار کو بار ہا پڑھ کر یاد کیا جائے۔

یہ ایک مسلمہ ہے کہ سارے علوم میں حدیث اور اس میں خاص کر علم الاسناد نہایت مشکل فن ہے' اور اس کی وجہ بھی قوی ہے اور وہ یہ کہ اس کے لئے نہایت قوی حافظہ کے علاوہ پختہ تثبت کی بھی اشد ضرورت ہے' جن کا اجتماع بہت نادر الوجود ہے' مگر میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نعمتوں سے کامل درجہ نوازا تھا۔ احادیث کی اسناد اس انداز میں پڑھتے تھے کہ سن کر گمان ہوتا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو رٹ کر حفظ کیا ہوا ہے' مگر یہ صرف گمان ہی گمان تھا' حقیقت کچھ اور تھی ، وہ یہ کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مرتبہ دیکھنے کے بعد کتاب کی طرف مراجعت کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

ایک اور موقع پر اپنا ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ: حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ''امیر شریعت'' منتخب کرنے کے سلسلے میں لاہور میں جب علماء کا تاریخی اجتماع ہوا تھا اور اکابر دیوبند بھی تشریف لائے تھے تو ڈاکٹر اقبال صاحب نے بڑی عقیدت مندی کے ساتھ دعوت نامہ بھیج کر اکابر دارالعلوم کو عشائیہ دیا تھا' جس میں مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری' حضرت مولانا حبیب الرحمن

لدھیانوی، حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے علاوہ امام العصر مولانا سید محمد انور شاہ کاشمیری رحمہم اللہ تعالیٰ اور میں بھی مدعو تھا۔ فرمایا کہ اثنا مجلس میں بہت سے علمی مسائل پر محققانہ گفتگو ہوئی اور ڈاکٹر صاحب نے اپنے کئی علمی اشکالات حضرت شیخ انور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے حل کرائے۔ فلسفی مسائل بھی چھڑ گئے، جس پر شیخ انور رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اس موضوع پر (ضرب الخاتم علی حدوث العالم) کے نام سے میرا ایک عربی قصیدہ ہے اور پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ: ہاں پڑھو۔ فرماتے ہیں کہ: مجھے انتہائی تعجب ہوا کہ شیخ کو کیسے پتہ چل گیا کہ مجھے قصیدہ یاد ہے۔ فرماتے تھے کہ: میں نے بلا تاخیر ابتدا قصیدہ سے پڑھنا شروع کیا۔ میں پڑھتا جاتا تھا اور شیخ فرماتے جاتے تھے کہ آگے۔ آگے، یہاں تک کہ میں نے پورا قصیدہ پڑھ کر سنا دیا، تو پوری مجلس پر حیرت چھا گئی۔ خصوصاً ڈاکٹر اقبال صاحب تو حیرت زدہ ہوکر کبھی میری طرف دیکھتے اور کبھی حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف۔ الغرض ان چند واقعات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ واقعی قدرت کی فیاضی نے آپ کو بے پناہ حافظہ عطا فرمایا تھا، اور جس کے حافظہ کا یہ حال ہو، اس کی جامعیت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔

حضرت الشیخ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ذکاوت اور تیز فہمی بھی مثالی تھی، جس شخص نے آپ کی تصانیف: **معارف السنن**، **یتیمیۃ البیان** اور **مقدمہ مشکلات القرآن** وغیرہ کا بغور مطالعہ کیا ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ آپ کی وھبی ذکاوت کس پایہ کی تھی۔ معارف السنن میں حدیثی اور فقہی مسائل پر اس انداز میں بحث وتمحیص فرمائی ہے کہ باذوق ناظرین کو اس میں مجتہدانہ ذکاوت کی جھلک اور مستنبطانہ رنگ دکھائی دیتا ہے۔

یہ مشہور مقولہ ہے کہ ''**المعاصرة قنطرة المنافرة**'' اور تقریباً ہر زمانے میں معاصرین کے مابین اپنی شہرت کی طرح صادق آتا رہا ہے، اس سلسلہ میں علامہ ابن حجر عسقلانی الشافعی اور علامہ بدرالدین عینی الحنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کا لطیفہ مشہور ہے کہ: یہ دونوں بزرگ جامع ازہر میں ہم عصر مدرس تھے اور ایک مرتبہ نماز پڑھنے کی غرض سے مسجد تشریف لے جارہے تھے، جس کا ایک منارہ، جو زیرِ تعمیر تھا، کسی تعمیری نقص کی وجہ سے گر گیا تھا۔ علامہ عسقلانی نے سبقت کرکے فرمایا کہ ''**اصابه عین**'' اس پر علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے برجستہ جواب دیا۔ ''**لا بل فی حجرہ نقص**'' الغرض اس قسم کے کئی واقعات اصاغر واکابر کے مابین پیش آئے ہیں اور آتے رہتے ہیں، لیکن میں نے اپنی محدود دانست میں اپنے حضرۃ الاستاذ قدس سرہ کو اس مقولہ سے بالاتر پایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے کسی ہم عصر سے معاصرانہ چشمک نہیں تھی اور حق تعالیٰ نے آپ کے تمام معاصرین کے دل میں بھی آپ کی محبوبیت ڈال دی تھی، جسے حدیث نبوی میں '' **ثم یوضع له القبول فی الارض** '' سے تعبیر فرمایا گیا ہے، جس کے کئی دلائل وشواہد میں سے ایک یہ ہے کہ میرے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''**معارف السنن**'' کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اخلاص اور علمی تفوق کی بدولت وہ مقبولیت عطا فرمائی کہ باید وشاید۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی

رندی ہی میں ان ہم عصر بزرگوں نے بھی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عمر یا علم کے لحاظ سے تقدم زمانی رکھتے ہیں۔ ترمذی شریف پڑھانے کے لئے ’’معارف السنن‘‘ کو بڑے التزام واہتمام کے ساتھ زیر مطالعہ رکھا۔ نابغہ روزگار رحلۃ العصر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب‘ اطال اللہ تعالیٰ بقاءَ السہار نپوری المدنی جیسی عظیم ہستی کے ہاں میرے حضرت کی تصانیف کی تعریف اور ان کی اہمیت کا اعتراف آپ رحمۃ اللہ علیہ کے علمی تفوق پر واضح دلیل ہے۔ جس انداز میں ہم نے خود دیکھا یا دوسروں سے سنا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کو میرے حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ذات سے کس درجہ کی الفت ومحبت تھی، بطور نمونہ وہ رقت انگیز منظر قابلِ دید تھا کہ جب حضرت شیخ الحدیث مدظلہ‘ آپ کے مزار پر آئے تو یہ جوہر شناس اور خدا رسیدہ شیخ پون گھنٹہ مسلسل شیر خوار بچوں کی طرح بلک بلک کر آنسو بہا رہے تھے۔ اور مزار کے آس پاس ہجوم پر دم بخودی کی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔

اپنے مدرسہ کے بعض اساتذہ سے جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ سے قریبی تعلق رکھتے ہیں، میں نے خود سنا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ‘ حضرت الاستاذ رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی میں اپنے خدام وخواص متعلقین اور حضرت مرحوم کے صاحبزادہ محمد بنوری سلمہ، سے فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت بنوری کی زندگی سے جلدی جلدی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرو۔ یہ بھی سنا کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی یہ خاص ہدایت تھی کہ میری کتابوں کی اشاعت کا جلدی اہتمام کر کے حضرت بنوری سے ان پر مقدمے لکھواؤ۔ الغرض کہ آپ کے کمالات نے ہر کسی کو آپ کے کمالات کا معترف اور آپ کا گرویدہ بنا دیا تھا۔ وذالک فضل اللہ یؤ تیہ من یشآء۔ آپ ؒ نہ صرف یہ کہ ہندو پاک یا علماء عجم سے علمی داد حاصل کر چکے تھے‘ بلکہ آپ کی شخصیت علمی ہمہ گیر تھی۔ دیارِ مقدسہ کے جس مکتب فکر کے بھی عالم نے آپ سے ملاقات کی تو پہلی ہی ملاقات میں گرویدہ ہوگئے۔ تعزیتی تاروں اور خطوط یا ان سوانحی مقالات سے جو علماء عجم نے آپ پر لکھے ہیں، خوب اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ علماء عرب آپ کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب ادام اللہ تعالیٰ ظلہ‘ نے مکہ مکرمہ سے اپنے تعزیتی خط میں وہ منظر حیطہ بیان سے بالاتر ظاہر فرمایا کہ قاہرہ میں علماء عالم کی بین الاقوامی پندرہ روزہ کانفرنس ہو رہی تھی‘ جب حکومت پاکستان کی وزارت خارجہ کی وساطت سے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کی اطلاع تار کی شکل میں موصول ہوئی تو میں نے وہ پڑھ کر سنائی تو پورا ہال تلہف وتاسف آمیز آوازوں اور انا للہ وانا الیہ راجعون‘ کی تلاوت سے گونج اٹھا۔ بس کیا تھا کہ یک دم کانفرنس کی کارروائی کے بند ہونے کا اعلان ہوا؟ اور جامعہ ازہر کے شیخ اٹھے اور حضرت بنوری پر وہ والہانہ تقریر کی کہ باید وشاید۔ اور اس سانحہ کے غم میں کانفرنس کی کارروائی اس دن معطل کر دی گئی۔